مولانا حافظ اشرف علی حقانی اسپولو کینیا

شریعت بل کی مخالفت

یا

عبداللہ بن ابی کی تقلید

۱۳ مئی ۱۹۹۰ء کو سینیٹ آف پاکستان نے مولانا سمیع الحق کا پیش کردہ پرائیویٹ شریعت بل نفاذ شریعت ایکٹ ۱۹۹۰ء کے نام سے متفقہ طور پر منظور کیا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کی خاص مہربانی ہے کہ اس نے ممبران سینیٹ کو بل کی متفقہ منظوری کی توفیق بخشی اور ہماری خوش قسمتی ہے کہ ملک میں (جو محض اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا مگر افسوس کہ بیالیس سال کی طویل ترین مدت میں نفاذ شریعت جیسے متفقہ اور بنیادی مقصد کے لئے اس ملک میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے کوئی امید افزا پیش رفت حکمرانوں کے منافقانہ رویہ اور طرز عمل کے سبب نہ ہو سکی)

نفاذ شریعت اور دین فطرت کے اقامت کی اس دور میں ایک کرن سی محسوس ہونے لگی خدا کرے علماء اور حامیان شریعت کی یہ کوشش کامیاب ہو تو یقیناً مسلمانان پاکستان مدت مدید کے بعد پھر سے مکمل دین پر عامل پیرا ہوں گے۔

شریعت بل کے مخالفین مگر ہر دور میں طاغوتی نظام کے ہمنواؤں نے اسلام کا جامہ اوڑھ کر نظام الٰہی اور شریعت کی مخالفت مختلف صورتوں میں آکر کی ہے۔ لیکن ہزار پردوں میں چھپانے کے باوجود ان کا منافقانہ رویہ اور طرز عمل اس وقت ظاہر ہو جایا کرتا ہے جب انہیں اسلام کے غلبہ کی کہیں سے بو بھی محسوس ہونے لگتی ہے۔ تو وہ اپنی مخالفانہ کارروائیوں اور منافقانہ حرکتوں میں تیزی اور شدت اختیار کر لیتے ہیں اس لئے انہیں اپنی عافیت اسی میں نظر آتی ہے کہ اسلام مغلوب رہے۔ اور اسلامی نظام قائم نہ ہو کیونکہ اسلام کا قیام ان کی موت کے مترادف بلکہ موت کا پیام ہوتا ہے۔ پس اگر ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی اور زمانہ غلبۂ اسلام کا مطالعہ کریں تو ہمیں اسلام کے اس وقت کے مخالفین (جو بظاہر اپنے آپ کو مسلمان تو کہلاتے تھے مگر درحقیقت وہ مشرکین سے بھی بدتر اسلام کے دشمن تھے اسی لئے ان کے بارہ میں —

ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار کہا گیا ہے) رئیس المنافقین کی روحانی اولاد اور دور حاضر میں شریعت کے مخالفین میں چند وجوہ و اسباب مخالفت (منافقت) میں مماثلت نظر آتی ہے جو مفاد اس وقت ان کے منافقانہ رویہ کے پیچھے کارفرما تھے وہی اس دور کے مخالفین کے لئے سبب مخالفت بنے ہوئے ہیں ابن ابی کی منافقت کا جو منشا تھا بعینہ وہ ان کی مخالفانہ پالیسی کا منشا رہے۔

پہلی مماثلت ہوس اقتدار | ابن ابی کی اسلام دشمنی بصورت منافقت کا سب سے نمایاں سبب ہوس اقتدار تھا جس کا صحیح پتہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی اس طویل ترین حدیث سے لگتا ہے جس میں نبی کریم کو ابن ابی کے مخالفانہ رویہ کی شکایت پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما نے جواب دیتے ہوئے اپنی تقریر میں بیان کیا تھا۔

حضرت اسامہؓ مدنی زندگی کے ابتدائی دور کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہر فدکیہ کی بُنی ہوئی ایک چادر پہنے اپنے گدھے پر سوار ہوئے اور مجھے اپنے پیچھے بٹھالیا اور آپ اس وقت حضرت سعد بن عبادہؓ کی عیادت کو تشریف لے جا رہے تھے (یہ جنگ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے) پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقام پر پہنچے جہاں عبداللہ بن ابی بن سلول بیٹھا تھا۔ اور وہ اس وقت (بظاہر بھی) مسلمان نہ ہوا تھا۔ تو آپ کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں بہت سے آدمی مسلمان مشرک، بت پرست اور یہودی بیٹھے ہیں اور اسی مجلس میں عبداللہ بن رواحہؓ بھی موجود ہیں پس جب ہمارے قریب آنے سے سواری کی گرد اہل مجلس پر پڑی تو عبداللہ بن ابی نے اپنی ناک چادر سے ڈھانپ لی۔ اور کہا ہم پر گرد مت اڑاؤ۔

اتنے میں رسول خداؐ السلام علیکم کہہ کر ٹھہر گئے اور سواری سے اتر کر ان کو قرآن پڑھ کر سنانے لگے اور اللہ کی طرف ہدایت کرنے لگے۔ تو عبداللہ بن ابی نے کہا۔ اے شخص اگر تو سچا ہے تو جو کچھ تو نے کہا ہے اس سے بہتر کوئی بات نہیں لیکن ہماری سمع خراشی مت کر۔ اپنے گھر جا اور وہاں جو تیرے پاس آئے اسے یہ قصہ سنا۔

جس پر عبداللہ بن رواحہ جو مسلمان تھے نے کہا۔ ہاں یا رسول اللہ! آپ ہمارے ہاں چلیں اور ہمیں یہ باتیں اور سنائیں۔ اس لئے کہ ہم ان باتوں کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اس پر مسلمانوں، یہودیوں اور مشرکوں میں گالی گلوچ ہونے لگی اور اس درجہ ہوئی کہ لڑائی تک نوبت پہنچ گئی جس پر رسول خداؐ انہیں چپ کرانے لگے۔ حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے۔ پھر نبی کریم سوار ہو کر حضرت سعد بن عبادہؓ کے ہاں گئے۔ اور ان سے فرمایا۔ اے سعد تو نے ابو حباب کی باتیں نہیں سنیں۔ (ابو حباب سے مراد ابن ابی ہے) جس نے ایسا ایسا کہا ہے۔

سعد بن عبادہؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ اس سے درگزر رکھیے اور معاف فرمائیے۔ کہ وہ اپنے حسد سے

مجبور ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب اتاری۔ اللہ کی طرف سے جو آپ پر اترا وہ برحق اور صحیح ہے اصل یہ ہے کہ اس شہر (مدینہ) کے لوگوں نے اس امر پر اتفاق کر لیا تھا کہ اس (عبداللہ بن ابی) کے سر پر تاج رکھیں اور اسے اپنا والی اور رئیس بناویں۔ مگر جب اللہ نے یہ بات نہ چاہی بوجہ اس حق کے جو آپ کو عطا ہوا ہے تو اس کو آپ کا آنا ناگوار رہوا ہے۔ اسی لئے اس نے ایسے کلمات کہے ہیں۔ الی آخر الحدیث۔ بخاری جلد ۲

اور بعض روایات میں آتا ہے کہ اوس وخزرج کی تلواریں انسانی جسموں کو کاٹ کاٹ کر جب کند ہو گئیں اور مدتوں کی جنگ وجدال سے آخر تنگ آکر جب وہ صلح پر آمادہ ہوئے تو انہوں نے متفقہ فیصلہ کیا کہ اختلافی معاملات نمٹانے کے لئے ہمارے لئے ایک متفقہ رئیس وسردار ہونا چاہئے جو ہمارے فیصلے کیا کرے۔ اس کے لئے انہوں نے عبداللہ بن ابی کا انتخاب کیا اور نشانِ امتیاز کے طور پر اس کے لئے ایک خاص قسم کا تاج بنوایا۔ لیکن جب نبی کریمؐ مدینہ ہجرت کرکے آئے تو اوس وخزرج کی اکثریت مسلمان ہو گئی اور انہوں نے اپنے ہر قسم کے فیصلوں کا اختیار نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دے دیا۔ جو کہ دینا ہی تھا لہٰذا ابن ابی کی ولایت وسیادت والا منصوبہ منسوخ ہو گیا جس پر ابن ابی سخت سیخ پا ہوا۔

شروع میں کھل کر اسلام کی مخالفت کی لیکن جب جنگ بدر میں قریش کے بڑے بڑے رئیسوں کو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مار ڈالا تو ابن ابی اور اس کے ساتھیوں نے سوچا کہ اب اسلام غالب آ گیا ہے لہٰذا خیریت اسی میں ہے کہ کھل کر مخالفت کرنی چھوڑ دو۔ اور بظاہر مسلمان ہو جاؤ۔ تو انہوں نے بظاہر نبی کریمؐ کی بیعت کر لی اور مسلمان کہلانے لگے۔ مگر چونکہ اسلام کے داعی اول کے آمد سے ہی اس کی سرداری والا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا اس لئے اس نے اندرونی طور سے اسلام کے خلاف مدینہ میں رہتے ہوئے بیرونِ مدینہ کے مشرکین اور اندرونِ مدینہ کے یہودیوں کے تعاون سے ایک محاذ قائم کیا۔ مسلمانوں میں افتراق وانتشار کی کوششیں اور ہر قسم کا نقصان پہنچانے کے لئے مختلف ہتھکنڈے استعمال کرنے لگا اس کی ان تمام مخالفتوں اور منافقانہ حرکتوں کے پیچھے اقتدار کی ہوس کارفرما تھی۔ حصولِ اقتدار میں اصل رکاوٹ اسلام ہی کو سمجھ کر آخر دم تک دل سے اسلام قبول نہ کیا۔ اور بحالتِ نفاق میں مر کر اسفل من النار اپنا ٹھکانہ ہمیشہ کے لئے بنا لیا۔

پس ہم اگر ابن ابی کے مذکورہ سببِ مخالفتِ اسلام کو مدنظر رکھ کر موجودہ دور کے مخالفینِ شریعت بل کے اسبابِ مخالفت پر نظر ڈالیں تو سب سے بڑی وجہ مخالفت ہوسِ اقتدار ہی نظر آتی ہے۔ کیونکہ ان کو صاف نظر آتا ہے کہ اگر اسلامی نظام قائم ہو گیا تو ہمارے اقتدار کو صرف خطرہ ہی نہیں بلکہ بوریا بستر گول ہونا یقینی ہے۔ پھر اس نظام کی شرائط وقیودات پر پورا نہ اترنے کی وجہ سے اقتدار اور اسمبلیوں میں آنا کجی

انتخابات میں بھی حصہ لینا ہمارے لئے مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو گا۔

یہ بات کا شمس فی النہار سے بھی زیادہ عیاں ہے کہ شریعت بل کی مخالفت میں جو آواز جہاں کہیں سے بھی اٹھتی ہے ارباب اقتدار کے اشارے پر اٹھتی اور آواز اٹھانے والوں کو ان کا تعاون بالکلیہ حاصل ہوتا ہے۔ خود تو وہ منافقین کی مانند سامنے آکر مخالفت کی تاب نہیں رکھتے اور ظاہری مخالفت کو ابھی خلاف مصلحت سمجھتے ہیں۔ لیکن چند وکلاء جو کہ شریعت بل کی مخالفت میں پیش پیش ہیں شاید انہی کے متعلق بقول کسے شیطان نے دندناتے ہوئے کہا ہو گا ع

لو آج ہم بھی صاحب اولاد ہو گئے

اور باقی اخوان الشیاطین کو استحکام جمہوریت کا ہتھیار دے کر استعمال کرتے ہیں۔ اور اس نعرہ پر شاباش دے کر شریعت بل کی مخالفت پر ابھارنے کی کوشش کرتے ہیں جس کی واضح اور بین دلیل سابق وزیر اعظم کا لاہور ہائی کورٹ سے شریعت بل کی مخالفت میں قرارداد منظور ہونے پر ببانگ دہل یہ کہنا ہے کہ وکلاء کو اپنی ذمہ داریاں پوری کرتے ہوئے جمہوریت کے استحکام کے لئے کام کرنا چاہئے۔ جیسے شریعت بل کی مخالفت ہی وکلاء کی اہم ذمہ داری ہو۔

دوسری مماثلت خواہشات کا تحفظ اور دین پر دنیا کو ترجیح

منافقین کے متعلق قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دائمی زندگی کی خواہش اور دنیا کی لذات سے ان کی طبیعت اس قدر مانوس ہو گئی تھی کہ کسی دوسرے کی موت پر بھی ع

سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

کے طور پہ ارمانی ہوتے کہ اتنی جلدی کیوں مرگیا۔ حالانکہ یہ تمام ارمان اور حسرتیں تب ہوتیں کہ دوسرے کی موت سے انہیں اپنی موت یاد آتی تھی۔ جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ جب کوئی بندۂ خدا راہ خدا میں شہادت پاتا تو منافقین اپنی نجی محفلوں میں کہتے کہ اگر یہ جنگ کے لئے نہ جاتا اور ہماری طرح کوئی حیلہ بہانا بنا کر ٹھہر جاتا تو آج نہ مرتا۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:۔

یاایہا الذین آمنو لاتکونو کالذین کفروا وقالوا لاخوانہم اذا ضربوا فی الارض او کانوا غزی لو کانوا عندنا ماماتوا وما قتلوا۔

اے ایمان والو تم ان کی طرح نہ ہو جاؤ جو کافر ہوئے اور اپنے بھائیوں کو کہتے ہیں جب وہ سفر کو نکلیں یا جہاد میں ہوں اگر یہ ہمارے پاس رہتے تو نہ مارے جاتے اور نہ قتل کئے جاتے۔

یہ حسرت زندگی ان کے دل میں صرف خواہشات کی بنا پر پیدا ہوتی تھی۔ لیکن جب مسلمانوں کو کسی غزوے میں

مال غنیمت فتح کی صورت سے ملتا اور وہ بدقسمتی و کی وجہ سے اس میں شریک نہ ہوتے تو اس پر اکثر کف افسوس ملتے رہتے کہ اگر ہم بھی اس میں شریک ہو جاتے تو آج فوزِ عظیم پر فائز ہوتے۔ یہ تھی ان کی دین و آخرت پر دنیا کی ترجیح۔

جب مسلمان کوئی ایسا قدم اٹھانے کا ارادہ کرتے جس سے اسلام کو تقویت ملنے کی امید ہوتی اور غلبۂ اسلام کا کوئی پہلو اگر اس اقدام میں نظر آتا تو ان کو خطرہ زیادہ ہو جاتا اور مارے خوف کے اپنی منافقانہ حرکات میں تیزی کر دیتے وہ ہر حربہ استعمال کر کے مسلمانوں کو اس اقدام سے روکنے کی کوشش کرتے اور ایسی حرکات کر گذرتے جو صریحاً ان کے نفاق اور اسلام دشمنی کا پتہ دیتیں۔ یہ سب اس لئے کہ ان کو معلوم تھا کہ اگر اسلام کا غلبہ یقینی ہو گیا تو ان کے ذاتی مفادات خطرے میں پڑ جائیں گے۔ ان کی سیاسی چالیں اسلام کے خلاف نہ چل سکیں گی۔ کفار و مشرکین سے ان کا اسلام دشمنی کی وجہ سے جو ذریعۂ آمدنی ہے اس کا سدِ باب ہو جائے گا۔ باقی کئی ذاتی مفادات کو بھی نقصان پہنچے گا۔

کیا آج کے مخالفین شریعت بل انہی اسباب کی بنا پر اس کی مخالفت نہیں کر رہے۔ یقیناً ان کے اسباب مخالفت بھی یہی ہیں اگرچہ مفادات کی نوعیت مختلف ہے۔ کیا یہ دانستہ یا نادانستہ ان کی تقلید نہیں ہے یقیناً ہے اس لئے کہ یہ بھی سمجھتے ہیں اگر دین قائم ہو گیا تو مالی نقصان اٹھانا پڑے گا۔ کہ اس میں حکومت کو بغیر رعایت کے زکوٰۃ دینی پڑے گی جسے وہ ٹیکس سمجھتے ہیں۔ اور ہمیشہ اس کی ادائیگی سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ جانتے ہیں کہ قتل (جو ان کی سیاسی کامیابی کا اہم راز ہے) کے بدلے قصاص سے دوچار ہونا ہو گا لڑاؤ اور حکومت کرو والا نظریہ نہ چل سکے گا۔ کیونکہ اسلام کا نظریہ اور پیغام تو انما المومنون اخوۃ ہے۔

انہیں پتہ ہے کہ نفاذ شریعت کی صورت میں سودی بنکاری اور تمام حرام طریقہ کے ذرائع آمدنی بند ہو جائیں گے۔ تو کثیر تعداد میں دولت کہاں ہو گی جب کہ ان کی جان ہی دولت اور پیسہ میں ہے۔ اسلام تو ناجائز ذخیرہ اندوزی کو بھی برداشت نہیں کرتا۔ حالانکہ عوام کا استحصال ان کی فطرت میں رچا بسا ہے۔ اسلامی نظام میں تو حدود بھی ہوں گے وہ تو پہلے سے ہی انہیں انسانیت سوز اور غیر فطری سزائیں کہتے ہیں۔ جرائم سے بچ کر زندگی بسر کرنا ان کے لئے ایسا ہی ہے جیسے مچھلی کو پانی سے باہر پھینک کر اس کے جینے کی تمنا کی جائے۔ وہ تو جرائم سے کھیل کر پلے ہیں۔ ان سے باز آنا ان کے لئے مشکل ہی نہیں محال ہے۔ جب کہ اسلامی نظام میں جرم ثابت ہونے پر رعایت مجرم کے لئے قصاص، دیت، رجم، قطع ید اور دُرّوں جیسی عبرتناک سزائیں ہیں۔ کیا مخالفین شریعت بل کو یہی اغراض مخالفت پر آمادہ نہیں کر رہے اگر یہی ہیں تو یہ اسباب مخالفت نہیں بلکہ اسباب منافقت ہیں۔ اگر وہ ابن ابی کے مسلک کے سالک ہی رہے تو اپنا ٹھکانا جہنم میں

درکِ اسفل من النار بنائیں گے۔

تیسری مماثلت گروہی عصبیت بغرضِ افتراق و انتشار

رئیس المنافقین ابن ابی نے کسی سفر میں سنا کہ ایک مہاجر اور انصاری کا کچھ جھگڑا ہو گیا ہے۔ تو اس نے اپنے ساتھیوں کے سامنے یہ زہر اگلا کہ مدینہ والے باوجود اس کے کہ مہاجرین کو خرچ دیتے ہیں وہ پھر بھی ان سے جھگڑتے ہیں اور مہاجرین کے دلوں میں ان کی ذرہ برابر بھی عزت نہیں۔ لہٰذا انصار کو چاہیئے کہ وہ ان کا خرچ بند کر دیں اور یہ بھی کہا کہ ہم عزت والے مدینہ پہنچ کر ان ذلیل و خوار لوگوں کو مدینہ سے نکال دیں گے۔

یہ گروہی اور وطنی عصبیت کی منافقانہ چال تھی۔ جو مسلمانوں کی جمعیت کو پارہ پارہ کرنے کی غرض سے چلی گئی تھی۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکی۔ اس کو مدنظر رکھئے اور پھر مخالفین شریعت بل گروہ میں سے ایک وکیل صاحب کے اس قول پر غور کیجیئے کہ پاکستان ملاؤں کو روٹیاں دلانے اور نوکریاں فراہم کرنے کے لئے نہیں بنایا گیا تھا۔

اُس دور کے منافقین گروہ اور اس دور کے مخالفین شریعت بل گروہ کے اقوال کا موازنہ کیجیئے۔ اختلافِ اقوال کے باوجود جو معنوی ہم آہنگی ان دونوں اقوال میں ہے وہ کسی ذی عقل سے مخفی نہیں۔ رئیس المنافقین نے بھی غرور میں آ کر متکبرانہ انداز میں ویسا ہی کلام کیا تھا جیسا کہ وکلاء میں سے شریعت بل کے مخالف گروہ کے ایک فرد نے کہا ہے۔

اسلام دشمنی میں یہ دونوں اقوال ہم پلہ ہیں اس لئے کہ ابن ابی نے اسلام دشمنی کی وجہ سے ہی مہاجرین کو اذل کہا تھا جب کہ وکیل صاحب نے بھی ملائیت کا لفظ تحقیر و تقصیر کی غرض سے (جیسا کہ عرف عام ہے) استعمال کیا ملا وہی ہوتا ہے جو دین کا سپاہی اور اس کا حامل ہو۔

کیا ایک عالم کی تحقیر بحیثیت عالم دین (ورنہ ملاؤں کی وکیل سے کیا ذاتی دشمنی ہے) موجب کفر و نفاق نہیں ہے کیا وکیل صاحب بتائیں گے کہ ملا اور وکیل میں بحیثیت مسلمان و پاکستانی شہری ہونے میں آخر تفاوت کیا ہے کہ پاکستان وکلاء کی روٹی اور نوکری کا تو ضامن ہے مگر ملا کا نہیں۔ اگر پاکستان ملاؤں کو روٹی اور نوکریاں فراہم کرنے کے لئے نہیں بنایا گیا تو اس کے حصول کا مقصد وکلاء کو روٹی اور نوکری فراہم کرنا بھی نہیں تھا ملا تو نوکری طلب کرنے کے بجائے اس نظام کا طالب ہے جس کے لئے لوگوں نے جان کی قربانی دی تھی اور پھر اگر وکلاء صاحبان ایک طاغوتی نظام کی خدمت کے عوض روٹی و نوکری کے مستحق ٹھہر سکتے ہیں اور ۴۲ سال سے ٹھہرے ہوئے ہیں تو ایک فطری اور نظام الٰہی کے قیام کی جدوجہد اور قیام کے بعد اس کی خدمت کے عوض ملا بھی نوکری کے مستحق ہو جائیں تو اس میں قباحت کیا ہے۔ یہ تو اسلامی نظام کی خوبی ہے کہ اپنے خادموں کو

(باقی صلا پر)